

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ملائکہ کلثوم

ہم آندھیوں کے بن میں
کسی کا مرواں کے تھے

ہم آندھیوں کے بن میں کسی کارواں کے تھے



از قلم ملائکہ کلثوم

All Rights Reserved

Copyright: Malaika Kulsoom (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

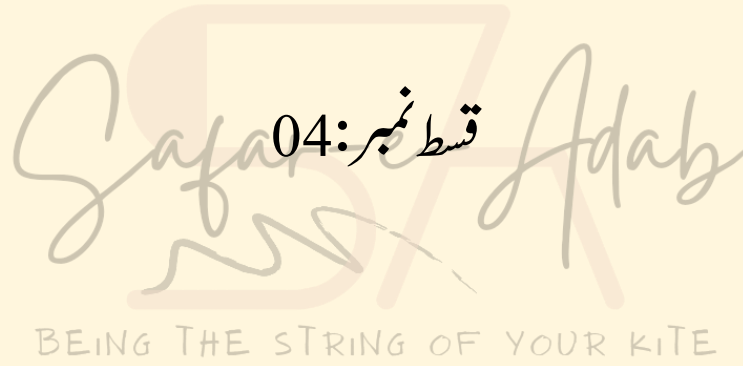
Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

ہم آندھیوں کے بن میں کسی کارواں کے تھے کے تمام جملہ حقوق لکھاری "ملائکہ کلثوم" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پبلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔

یہ کہانی اور اس میں موجود کردار حقیقی ہیں۔





"نوروز تم کر لو گے یار! سر کی باتوں کو سیریس مت لو۔۔۔" عبدالرحمن نوروز کے ساتھ بیٹھا ہوا اسے ہمت دینے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ آج جو کچھ کلاس

میں ہوا تھا اس کے بعد نوروز کو واقعی ضرورت تھی چند ہمت افروز جملوں کی؛

آج کلاس میں سر کی تنقیدی گفتگو جو کہ نوروز کے بارے میں تھی اس نے اسے بہت مایوس کر دیا تھا۔ یوں جیسے یہ سب چیزیں اس کی منزلوں کے راستے میں ایک گہرا اخلاقی حائل کر رہی ہوں۔ وہ ہار مان رہا تھا وہ واقعی وہی تھا؛ بے کار انسان

فیلیر پھر سے اس کا مقدر تھا، گہری کانچ جیسی نظریں دور سبزے پر ٹکائے نوروز ہریالی میں اپنی تمام تر منزلوں (جنہیں پانے کی خواہش اس نے ہر رات کی تھی) سے دستبردار ہونے کو تیار تھا۔

شاید سب سہی کہتے ہیں؛ وہ واقعی دو کشتیوں کا مسافر نہیں بن سکتا۔ سامنے ہری گھاس اس کی گہری نظروں سے جھلنے کو تیار تھی وہ اپنی سوچوں کے بھنور میں مکمل طور پر پھنس چکا تھا۔

یہ کیسی دلدل تھی؛ اس کا دل چاہا کہیں بھاگ جائے بہت دور جہاں کم از کم اسے

نچ تو نہ کیا جائے گا؛ اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ اس کا لا شعور اس کے شعور کو بہانے پیش کر رہا تھا لیکن شعور کی دلیلوں کے سامنے وہ مقدمہ ہار رہا

تھا۔۔۔

وہ گھٹنے ٹیک رہا تھا۔۔۔

وہ اپنی ہار تسلیم کر رہا تھا۔۔۔

ہر بار وہ ہار ہی تو تھا اب پھر سے ہار جانے میں کیا برائی ہے اس کے دماغ نے دل سے سرگوشی کی؛ دل نے اتفاق نہیں کیا؛ وہ اب کی بار ہارنا نہیں چاہتا تھا اسے دل کی سنی تھی۔۔۔

کیا معلوم دل واقعی درست ہو۔۔۔

"اٹھو تمہیں آرٹ کلاس کے لئے جانا ہے نا" نوروز کے کانوں سے عبدالرحمن کا جملہ ٹکرایا تھا۔

اس کے دل نے پھر کہا کہ اٹھو تم کر سکتے ہو؛ دماغ دل سے لڑ پڑا۔۔۔

چھوڑ دو سب کچھ، یہ تمہارے بس کی چیزیں نہیں ہیں دماغ دل پر ہادی ہونے لگا تھا۔۔۔

دل کی آواز اب کہیں بہت پیچھے رہ گئی تھی۔۔۔

نوروز دل کی سننا چاہتا تھا مگر دل کی آواز دم توڑ گئی تھی۔۔۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

دل ضد کیوں چھوڑ رہا تھا اسے لڑنا چاہیے تھا۔۔۔

دماغ کے قہقہے ہی باقی تھے اب۔۔۔

اسے اپنے جسم میں سنسناہٹ محسوس ہوئی۔۔۔

وہ گھٹن محسوس کرنے لگا تھا۔۔۔

اسے بے چینی ہو رہی تھی۔۔۔

دل کچھ کہتا کیوں نہیں۔۔۔

لڑتا کیوں نہیں۔۔۔

سوال ابھرا بھر کر بکھر رہے تھے ہر سمت۔۔۔

لیکن جواب نہ ارد۔۔۔

دل گہری چپ سادھے بیٹھا تھا۔۔۔

نوروز فیصلہ کر چکا تھا؛ دل کی خاموشی نے فیصلہ آسان کر دیا تھا۔۔۔

وہ وہاں سے اٹھا اور کلاس سے اپنا بیگ لے کر گیٹ کے پاس آ گیا۔ عبدالرحمن اس

کے ساتھ تھا۔ گیٹ کیپر سے اسکی بہت گہری واقفیت تھی وہ جانتے تھے کہ وہ اس

وقت کہاں جاتا ہے سوانہوں نے کوئی سوال نہیں کیا۔۔۔

""میں کر سکتا ہوں۔ میں جانتا ہوں؛ مجھے اپنے دل کی سنی ہے لوگوں کی نہیں۔۔۔

عبدالرحمن اسکے لفظوں پر مسکرایا تھا۔ نوروز جا چکا تھا؛ وہ اسے دور جاتا دیکھتا

رہا۔ اسے یقین تھا کہ ہاں وہ کر سکتا ہے۔

نوروز کی رنگوں سے اب بھی کچھ خاص واقفیت نہیں ہوئی تھی لیکن وہ کم از کم انھیں تھانے لگا تھا۔ وہ اپنے دل کی سن

چکا تھا اب چاہے جو بھی ہو اسے بھاگنا

تھا؛ بہت بھاگنا تھا۔ یہ خوف بڑھنے لگا تھا کہ اگر وہ پل بھر کے لئے بھی رک گیا تو

کبھی آگے نہیں جاسکے گا اسے رک جانے کا خوف تھا، ہار جانے کا خوف تھا، سارے خوف اس پر حاوی ہونے لگے تھے۔

مس گلناز اس کے ڈسک کے پاس کھڑی مسکراتے ہوئے اس کے پیٹ کرتے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھیں۔
"دیکھو کتنے اچھے سٹر اکس لگا رہے ہو، یونہی خود کو ہالکا لے گئے تھے" نوروز جھینپ کر مسکرا دیا۔

ہمیں زندگی کے ہر موقع پر ستائش اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان دونوں چیزوں کی کمی ہمیں عدم اعتمادی کا شکار کر دیتی ہے؛ زیادتی ہمیں اناپرست بنا دیتی ہے جبکہ توازن نکھار دیتا ہے، کندن بنا دیتا ہے۔ مس گلناز کی حوصلہ افزائی ایک بہت بڑا قدم تھا نوروز کے آگے بڑھنے کے لئے۔

اسکا ڈرا بھی بھی موجود تھا لیکن اب کی بار نوروز اس ڈر سے مقابلے کے لئے مکمل تیار تھا۔
وہ خود کو پہلے کی نسبت کافی پر اعتماد محسوس کر رہا تھا۔
اس کا ذہن اب بالکل صاف تھا وہ ہر وہ چیز کرے گا جو اسکا دل چاہے گا وہ ٹھان چکا تھا لیکن کیا اسکا دل اسے سہی سمت لے کر جائے گا؟ کہیں سے سوال آیا تھا؛ نوروز نظر انداز کر چکا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اے آپ نے آج کے ہوم ٹاسک میں کافی غلطیاں کی ہیں۔" اے فون سے ابھرتی آواز سن کر ذرا مایوس ہوئی تھی؛
اس نے فون پر سے نظریں ہٹا کر بغور اپنے کام کو دیکھا جس میں واقعی بہت غلطیاں تھیں، اس نے دل ہی دل میں
اقرار کیا۔

"لیکن ابھی بھی ہم انہیں ٹھیک کر سکتے ہیں۔" فون سے ابھرتی آواز میں پوشیدہ
مسکراہٹ کو اس نے محسوس کیا تھا؛ وہ مطمئن ہوئی۔

"کیسے ٹھیک کریں گے ہم؟" اس نے فوراً پوچھا؛ وہ اسے بالکل ٹھیک کر دینا چاہتی تھی۔ ادھوری، بے ڈھنگ چیزوں سے اسے چڑھوتی تھی۔

ڈرائنگ ٹیچر اب بڑے تحمل سے اسے بتا رہے تھے کہ وہ کیسے اس ڈرائنگ کی غلطیوں کو ٹھیک کر سکتی ہے؛ وہ بڑے مگن انداز میں ان کی بات سن رہی تھی اور ساتھ ساتھ اپنی ڈرائنگ کو دیکھ رہی تھی۔ ان غلطیوں کو دور کرنے سے واقعی اس کی ڈرائنگ بہت اچھی بن سکتی ہے اس نے سوچا۔

"پتا ہے ہم انسان بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہماری کچھ خامیاں ہمارے کردار کو کمزور کرتی ہیں۔ ان غلطیوں کو ٹھیک کر لینے سے ہم بہترین بن سکتے ہیں لیکن

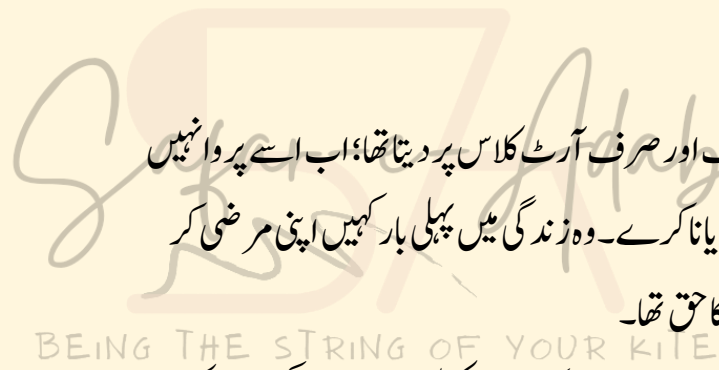
ہم اپنی 'سستی' کی وجہ سے زحمت ہی نہیں کرتے۔" وہ امل کو ڈرائنگ کی غلطیاں بتانے کے بعد اب کلاس میں موجود سب سٹوڈنٹس سے مخاطب تھے۔ بہت کھوئے کھوئے انداز میں وہ ہر لفظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کر رہے تھے۔ سب سٹوڈنٹس چپ سادھے انہیں سن رہے تھے۔

"جیسے اس ڈرائنگ کی غلطیوں کو امل 'سستی' کی وجہ سے یونہی چھوڑ دے تو یہ ہمیشہ ایک بر اکام رہے گا؛ جبکہ اگر امل اس میں موجود غلطیوں کو ٹھیک کر دیں گی تو یہ ایک بہترین ڈرائنگ بن سکتی ہے۔" امل نظریں اپنی اسٹڈی ٹیبل پر ٹکائے

سوچوں کی ایک نئی دنیا میں جا پہنچی تھی۔ سر ابھی بھی کچھ کہہ رہے تھے مگر وہ سن کہاں رہی تھی۔ واقعی انسان برے نہیں ہوتے ان کے اعمال برے ہوتے ہیں؛ وہ اپنی غلطیوں کو سدھاریں تو بہتر بن سکتے ہیں۔ تبھی تو گناہ کرنے کی سزا ہے کیونکہ انسان کے بس میں ہے کہ وہ باز آجائے لیکن وہ اپنی 'سستی' اور کاہلی کی وجہ سے باز نہیں

آتا کیونکہ باز آنے کے لئے اسے اپنے نفس پر جبر جو کرنا پڑتا ہے اپنے کمفرٹ زون سے

باہر جو نکلنا پڑتا ہے؛ اسے خود میں چھپے کچھ ان دیکھے سوالوں کے جواب مل رہے تھے جن کو شاید وہ بہانہ بناتی تھی پر رب کائنات کی ذات بھی کتنی عظیم ہے نہ وہ امل کے سب بہانے ختم کر رہا تھا۔ اسے سب جواب مل رہے تھے لیکن کہاں سے مل رہے تھے۔ جہاں سے اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ اللہ کب کس شخص کو اپنا پیغام سنانے کے لئے منتخب کر لے کون جانتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ کس شخص کی کونسی بات آپ کے دل کی گرہیں کھول دے۔ وہ تھک کر مسکرا دی؛ اس کے سب بہانے ختم ہو گئے تھے۔



نوروز اپنا سارا دھیان صرف اور صرف آرٹ کلاس پر دیتا تھا؛ اب اسے پروا نہیں تھی کہ وہ انٹر پاس کرے یا نا کرے۔ وہ زندگی میں پہلی بار کہیں اپنی مرضی کر رہا تھا تو کھل کر کرنا تو اس کا حق تھا۔
 اسے آج بھی وہ دن یاد تھا جب مدرسے کے بعد اسکول جانے پر وہ کیسے خود کو بہت پیچھے محسوس کرتا تھا یوں جیسے اس کے اور ان لوگوں کے درمیان کئی

سالوں کا خلا حائل تھا۔ نوروز ہمیشہ سوچتا تھا کہ وہ کبھی وہ خلا پُر نہیں کر سکے گا؛ اسکے دل میں پنہاں خوف بڑے مختلف سے تھے؛ اس کی حساسیت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی تھی لیکن وہ اب مزید یہ سب برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اسے یہ سارے خوف نکالنے تھے مگر کیسے؟؟؟

ہال میں دیو قامت کھڑکیوں سے چھن کر آتی روشنی اس کے اسکیچ پیڈ پر پڑ رہی تھی۔ اسکی لمبی مخروطی انگلیاں قدرے احتیاط سے لینڈ سکیپ میں رنگ بھر

رہی تھیں۔ انگلیوں کی پوروں پر لگا زرد اور سبز رنگ روشنی سے دمک رہا تھا
 اچانک اسکا ہاتھ ایزل اسٹینڈ پر پڑے زرد رنگ سے بھری شیشی سے ٹکرایا اور ایک
 لمحے کے تردد کے بغیر شیشی کتنے ہی حصوں میں تقسیم ہو گئی اور زرد رنگ اس
 کے نیلے جو گرز سے لے کر سفید جینز تک دھبے چھوڑ گیا۔ اس کی اسٹول سے قریبی
 اسٹول پر بیٹھی لڑکی نے ہمدردانہ نظروں سے اسے دیکھا جو بے تاثر سا چہرہ لئے
 ٹوٹے بکھرے رنگ دیکھ رہا تھا۔

"چھوٹے لڑکے!! کیا کرتے ہو" تاسف بھری نظر اس پر ڈال کر اس نے پاس پڑا ٹشو
 پیپر اس کی طرف بڑھایا۔۔۔

"یہ لو اور اپنی جینز صاف کر لو" نوروز بغیر کچھ کہے ٹشو تھام کر اپنے جو گرز اور
 جینز پر لگا رنگ صاف کرنے لگا۔

"تمہیں آرٹسٹ بننا ہے تو رنگوں کو بھی تو استعمال کرنا پڑے گا نہ؟ کیوں اتنا
 بھاگتے ہو پینٹنگز سے!!؟" نوروز حیران ہوا تھا؛ بھلا اس بات کا یہاں کیا جواز تھا۔

"کیوں کہ مجھے صرف ڈرائنگ پسند ہے۔"

"تو ڈرائنگ تم گھر بیٹھ کر کرتے؛ یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ عمر میں نوروز سے تقریباً دس سال بڑی تھی اور اس کے ہر انداز سے اس کا بڑا پن عیاں ہو رہا تھا؛ شفاف چہرے پر
 چمکتی آنکھوں میں سمجھداری کا عکس صاف دکھائی دیتا
 تھا۔

" اچھا چھوڑو اب یہاں آگئے ہو تو یوں اکیلے چپ چاپ تو مت بیٹھا کرو؛ میں تمہیں سب سے ملواتی ہوں؛ دوستی کرو سب سے یوں منہ سی کر بیٹھ جانے سے کیا ہو

گا "نوروز جو اب کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ اپنے اسٹول سے اٹھ کر نوروز کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگی اور وہ بھی بغیر سوچے سمجھے اٹھ کھڑا ہوا۔

ان کے اسٹولز کی سیدھ میں باقی سٹوڈنٹس بھی پینٹ کرنے اور ہلکی پھلکی گفتگو میں محو تھے؛ جب وہ ان کے قریب آ کر بولی۔

" اب بریک لے لو بھی سب؛ ہمارے نئے دوست کو بھی تھوڑا ٹائم دو۔"

سب پر جوش مسکراہٹیں لئے نوروز کی طرف متوجہ ہوئے جبکہ نوروز اس کے پیچھے کھڑا قدرے محظوظ ہوا تھا۔۔۔

"ویسے میرا نام صدف ہے؛ اور ہم سب دوست ہیں اور اب تم بھی ہوا کیلے رہ کر اس کلاس کو کیسے انجوائے کر سکو گے تم؟!!

let's have fun together "

BEING THE STRING OF YOUR KITE

نوروز ہلکا سا مسکرا دیا؛ اسے اچھا لگا تھا یہ سب کچھ شاید وہ واقعی میں اکیلا رہنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ سب نوروز سے کافی حد تک بے تکلف ہو گئے تھے؛ اور اس نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا تھا۔ اسے خود پر حیرت ہوئی۔

نوروز کو اچھا لگنے لگا تھا آرٹ کلاس میں جانا اور رنگوں سے جس رنجش میں وہ مبتلا تھا وہ اس سے بھی باہر نکلنے لگا تھا؛ اس کے دل کے فیصلے نے کافی حد تک اسے تسکین بخشی تھی۔

وہ عارضی طور پر ہی سہی لیکن اب وہ خود کو اپنے ہمیشہ قائم رہنے والے ڈپریشن سے نکال لیا کرتا تھا۔ اب اسے وہ رنگ پریشان نہیں کرتے تھے بلکہ اسے اچھا لگنے لگا تھا وہ اپنے اندر کا ہر غبار، تمام تر پریشانیاں کینوس پر اتارنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ اسے ایک نیازِ یحیٰ مل گیا تھا اپنی تمام تر سوچوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا۔

آج بھی وہ کلاس میں بیٹھاپینٹنگ کرنے میں مصروف تھا جب اسے صدف کا پیک سولیوشن ہی کی ایک دوسری برانچ میں ایک ڈرائنگ انسٹرکٹر کے طور پر ہائیر ہونے کے بارے میں پتا چلا تھا؛ اس کی اب سب سے خاصی دوستی ہو چکی تھی؛ سب اپنے آپ میں ایک الگ تاثر رکھنے والے تھے۔

طلحہ جس کا پینٹنگز کرنے کا شوق اس کی معمولی صلاحیات کو نکھارنے لگا، ناز جو اپنی ہر قابلیت کا کریڈٹ اللہ پاک کو دینے کی عادی تھی، عائشہ ایک انوکھی سی لڑکی جو جلد ایک نئے بندھن کی ڈور میں بندھنے والی تھی لیکن اسکے شوق

اسے یہاں لے آئے تھے، نمرہ جو شاید اپنی کھکھلاتی مسکراہٹ سے سب کے چہروں پر رونقیں بکھیرنے ہی کے لئے آئی تھی اور پھر منابل جو عمر میں صدف ہی کے جتنی تھی اور شاید اسی کے جیسی بھی۔ سب ہمہ وقت خوش بھی تھے اور اس کے جانے پر اداس بھی تھے؛ اور اس برانچ میں صدف سے ملنے جانے کی پلاننگز میں مصروف تھے۔

وہ لوگ طے کر چکے تھے کہ اگلی صبح وہ سب وہاں جائیں گے اور صدف کو سر پرانز دیں گے اور پھر کچھ اور جگہیں گھوم کر واپس آجائیں گے۔ نوروز بھی ان کے ساتھ جانے پر رضامند تھا۔

یہ پہلی بار تھا کہ وہ یوں سب دوستوں کے ساتھ جا رہا تھا خاص کر کہ اپنی فی میل فرینڈز کے ساتھ؛ اس کے لئے ہر چیز بہت نئی اور بہت الگ تھی۔

اگلے دن وہ سب صدف سے ملنے جا پہنچے، وہ بھی ان کے ساتھ تھا؛ وہ ہمیشہ کی طرح وہاں سب سے الگ تھلگ نہیں رہا بلکہ اب کی بار وہ کسی حد تک ان سے گھلنے ملنے لگا تھا۔ اس نے اس عرصے میں خود میں کافی تبدیلیاں محسوس کی تھیں

یوں جیسے وہ خود کو جس پنجرے میں قید محسوس کرتا تھا اب اس سے نکلنے لگا تھا۔

صدف انھیں وہاں دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی؛ صدف سے ملنے کے بعد باقی کا سارا دن ان سب نے گھومتے پھرتے گزارا۔

نوروز شاید اپنی جبلت سے ناواقف تھا؛ لیکن وہ اپنے گرد و نواح کو جلد اڈوپیٹ کر لینے والا شخص تھا۔ یہ بات اس پر اب کھلنا شروع ہوئی تھی۔

وہ دونوں جگہ خود کو ایڈجسٹ کر چکا تھا لیکن دونوں جگہ بہت بہترین تھایہ
کہنا سراسر غلط ہو گا؛ وہ ایک ایورج سٹوڈنٹ تھا زیادہ دھیان نون اکیڈمک
سرگرمیوں پر دینے والا۔

ایک حساس انسان بہت مختلف ہوتا ہے کوئی معمولی سی بات اسے بے حد خوش کر
دیتی ہے جبکہ کبھی کبھار وہ اپنی زندگی کی بہترین کامیابی پر بھی خوش نہیں
ہو پاتا؛ نوروز بھی ویسا ہی تھا۔ اسکا فرسٹ ایئر ختم ہونے والا تھا کالج کے ٹیچرز
اب بھی اسے یونہی باتیں سنایا کرتے تھے کہ تم خوار کر رہے ہو خود کو لیکن وہ نوروز ہی کیا جو انکی باتوں پر کان دھر
لے۔

آج چھٹی کا دن تھا اور گرے رنگ کے ٹراؤزرز کے ساتھ سیاہ رنگ کی ٹی شرٹ پہنے
وہ لاؤنج میں پڑے تھری سیٹر صوفہ پر پاؤں اوپر کیئے ٹی وی پر ہولی ووڈ مووی
دیکھنے میں مصروف تھا۔

مووی میں ایکشن سین چل رہا تھا اور ولیم پورے لاؤنج میں گونج رہا تھا۔ عشرت بیگم کچن میں کافی دیر سے کھڑی ٹی
وی سے ابھرنا شور نظر انداز کر رہی
BEING THE STRING OF YOUR KITE

تھیں؛ کچھ دیر بعد وہ باہر آئیں تو ان کے تاثرات اس بات کا منہ بولتا ثبوت تھے کہ
آگے جو کچھ بھی ہونے والا ہے وہ کسی طور اچھا نہیں ہونے والا۔

نوروز ان کی آمد سے بالکل بے خبر مووی میں گم تھا جب اسے اپنے کانوں میں ماما کی آواز ابھرتی محسوس ہوئی۔
"یہ عجیب و غریب شکلیں دیکھ دیکھ کر تم نے اپنے منہ کے زاویے بھی ان ہی کی طرح بگاڑنا شروع کر دیے ہیں" ان
کی آواز کان میں پڑتے ہی نوروز نے ایک ہی جست
میں ٹی وی کا ولیم میوٹ کیا۔۔۔

"تم کبھی کچھ ڈھنگ کا نہیں دیکھ سکتے؟ کان پھاڑ رکھے ہیں تمہاری اس مووی نے میرے؛ اب تو چھوڑ دو یہ فضول شوق۔"

"کیا ہو گیا ہے ماما"

!کیا کروں میں آخر؟ آپ کو میری ہر چیز ہی سے تو مسئلہ ہے۔ میں ہفتے میں مشکل سے ایک دن گھر پر ہوتا ہوں آپ کو تب بھی میں برا لگتا ہوں۔ آپ کو نظر آنا بند کر دوں کیا؟ "عشرت کو اس کے ایک دم بھڑک جانے کی بلکل توقع نہیں تھی؛ وہ اسے دیکھ کر رہ گئیں اس نے کبھی بھی ان سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔

"نوروز تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو مجھ سے؟" ان کے غصے میں اب حیرت بھی در آئی تھی۔

"آپ کو صالحہ کا کچھ بھی کرنا برا نہیں لگتا؛ وہ موویز دیکھے، اپنی فرنڈز کے ساتھ جائے کچھ بھی کرے؛ آپ کو وہ ہمیشہ اچھی لگتی ہے لیکن وہی سب میں کروں تو آپ کو میں بے ڈھنگ لگتا ہوں۔ آپ کیوں اتنا فرق کرتی ہیں آخر؟" "عشرت بس اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی جو لال بھبھو کا ہو رہا تھا؛ وہ حیران تھی وہ کس بات پر یوں بھڑک اٹھا تھا۔

"آپ واقعی میں میری ماما نہیں ہیں؛ مجھے یقین ہے میں اڈاپٹڈ چائلڈ ہوں" یہ کہہ کر وہ رکنا نہیں بلکہ سیڑھیاں پھلانگتا اوپر کمرے میں گھس گیا؛ عشرت لاؤنج میں

یک ٹک کھڑی اسے جاتا دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے آخر کب اسے یہ سوچنے پر مجبور کیا کے اڈوپٹڈ ہے۔ انہوں نے کب اس میں اور صالحہ میں اتنا فرق کیا اور

نوروز کب سے اس قسم کی باتیں اپنے دل میں چھپائے بیٹھا تھا وہ سوچ میں پڑ گئیں۔

پیروں تک آتی لمبی سفید فراک پر ہلکے بھورے رنگ کا سویٹر پہنے وہ کالج کی لابی میں کھڑی تھی ہاتھوں میں کچھ ڈاکو مینٹس تھے؛ سفید سکارف میں لیپٹا چہرہ جھکائے وہ لابی کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی؛ شاید کسی کے آنے کا انتظار۔

"اے بیٹا!! کیسی ہو؟" اس نے آواز پر چہرہ اٹھا کر دیکھا یہ اسکی سپورٹس ٹیچر تھیں جو آنکھوں میں خوشگوار حیرت لئے اسکی خیریت دریافت کر رہی تھیں۔
"میں بالکل ٹھیک میم؛ آپ کیسی ہیں؟" چہرے پر امڈتی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے جواب دیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں بھی ٹھیک ہوں بالکل؛ تم سرٹیفکیٹ لینے آئی تھی؟"

"جی۔"

"اچھا! کہاں ایڈ مشن لے رہی ہو؟"

"ڈیزائننگ کرنی ہے دو سے تین جگہ اپلائی کر دوں گی۔ ابھی فیصلہ نہیں کیا کسی مخصوص جگہ کا"

"مطلب نہیں مانی تم" ان کی بات پر وہ جھینپ کر مسکرا دی۔

"اب اپنی خواہشوں سے دستبردار ہونا مجھے نہیں آتا کم از کم" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا ہمارے یہاں فائن آرٹس کے نئے ٹیچر آئے ہیں؛ این سی اے سے گریجویٹ کیا ہے۔" تمہیں ملوادیتی ہوں؛ مجھے امید ہے وہ تمہیں اچھی طرح گائیڈ کر دیں گے۔

وہ انکی بات پر سر اثبات میں ہلاتے ان کے پیچھے اسٹاف روم تک چلی گئی۔ "تم بیٹھو؛ میں انہیں بلاتی ہوں۔ وہ صوفہ پر بیٹھی اپنے سینڈلز کو صوفہ سے رگڑ رہی تھی؛ یوں جیسے اسے کسی بات کی جلد بازی تھی۔ وہ وہاں مزید نہیں بیٹھنا چاہتی تھی؛ وہ صرف انہیں منع نہیں کر سکی تھی۔

کچھ ہی دیر میں سامنے سے وہ آتے دکھائی دیے۔ سلام کے بعد وہ سامنے والے صوفہ پر بیٹھ چکے تھے۔

"مس نے بتایا مجھے آپ ڈیزائننگ پڑھنا چاہتی ہیں۔" وہ بے حد غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"جی سر" وہ اب یہاں اپنا انٹرویو نہیں دینا چاہتی تھی؛ اسے مس کی بات سننی ہی نہیں چاہیے تھی۔ اسکا دل خواہ مخواہ کے وسوسے گڑھ رہا تھا۔

وہ اب اسے مختلف یونیورسٹیز کے بارے میں بتا رہے تھے؛ وہ چپ چاپ سن رہی تھی؛ پتا نہیں کیوں لیکن اس نے محسوس کیا تھا کہ سامنے بیٹھا شخص کچھ جانتا ہونہ ہو لیکن اپنی باتوں سے مرعوب کرنا ضرور جانتا ہے اپنے مقابل کو۔

"آپ نے فائن آرٹس کس ٹیچر سے پڑھی تھی؟"

"میں پری میڈیکل کی سٹوڈنٹ تھی۔"

"اوہو!! پھر این-سی-اے میں آپکا سلیکٹ ہونا تو کافی مشکل ہے۔" اسے حیرت ہوئی تھی؛ وہ کس قدر جھمنٹل تھے۔

"آپ ہر جگہ یو نہی جاتی ہیں؟" ان کا اشارہ اس کے لباس کی طرف تھا۔ وہ ان کے سوال پر گڑبڑائی تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ اگر گھر والے آپکے لئے یہی لباس پسند کرتے ہیں تو آپ انٹرویو میں بھی یہی پہنیے گا؛ وہی بن کر جائیے گا جو آپ ہیں انھیں کچھ اور دکھانے کی کوشش مت کریے گا۔" وہ آخر پر کچھ سوچ کر ہنسے تھے امل کو اپنی آنکھوں میں سرخی اڑتی محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ ہر لڑکی گھر والوں کے ڈر کی وجہ سے موڈیسٹی اختیار کرتی ہے اور اسے جب موقع ملے وہ اس سے باہر نکل آئے؟ کوئی یہ کیوں نہیں سوچتا کہ وہ اپنی چوائس سے اس سب کو اپناتی ہے گھر والوں کے ڈر سے بڑھ کر اللہ کی حدود کا خیال ہوتا ہے اسے۔" وہ اپنے غصے پر قابو رکھتی اپنے لفظوں کو درست ہونے سے روک رہی تھی۔

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے لیکن میں عمومی طور پر بات کر رہا ہوں۔" وہ اب بھی اپنی بات پر قائم تھے؛ امل کو شدید دکھ ہوا تھا؛ اسے وہاں رکنہ ہی نہیں چاہیے تھا۔

وہ کچھ دیر میں وہاں سے نکل آئی تھی؛ اسے انتہائی افسوس ہو رہا تھا۔ کیا یہ تھی ہماری سوسائٹی؟ اس قدر جھمنٹل؟ وہ کتنا ہی وقت اس سب کو سوچتی رہی تھی۔ اس جیلے کے آخر پر ان کی ہنسی اسے خود پر طنز محسوس ہو رہی تھی۔

صبح ناشتے کی ٹیبل پر عشرت بیگم کا سارا دھیان نوروز کی طرف تھا؛ وہ اس کی کل والی باتوں کی وجہ سے کافی ڈسٹرب تھیں۔ انہوں نے اب نوٹس کرنا شروع کیا تھا کہ وہ کس قدر حساس ہو گیا تھا۔ جب وہ چھوٹا تھا تب تو کافی شرارتی ہوا کرتا تھا انھیں تو پتا ہی نہیں چلا کہ وہ اتنا بڑا ہو گیا اور بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ اس نے کس قسم کے احساسات کو اپنے اندر اتنا بیٹھالیا تھا۔

کیا ماں کی ذرا سی لاپرواہی بچے کے دل میں اتنی غلط فہمیاں پیدا کر دیتی ہے؟ کیا اب وہ اسے پورے حق سے ڈانٹ بھی نہیں سکتیں؟ کیا وہ ہمیشہ ان کی ہر چھوٹی سی بات کو دل سے لگا لیا کرے گا؟ وہ پتا نہیں کیا کیا سوچ رہی تھیں۔ نوروز ان کی مسلسل خود پر مکی نظروں سے انجان نہیں تھا ہاں البتہ خود کو لا تعلق ظاہر کرنے کی کوشش ضرور کر رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کچھ ہی دیر میں ناشتہ کر کے کالج کے لئے نکل گیا؛ عشرت نے اسے کچھ نہیں کہا تھا۔

عشرت اب گھر کے باقی کاموں میں مصروف ہو گئیں تھیں۔ آج صالہ بھی گھر پر ہی تھی سو وہ ان کی مدد کر رہی تھی۔ وہ کچھ دیر میں چھوٹے موٹے کاموں سے فارغ ہو کر کچن میں آ گئیں؛ صالہ سامنے شیلف سے ٹیک لگائے ان سے باتیں کرنے لگی؛ وہ سیاہ اور مارون رنگوں کا امتزاج لئے گول گلے والے گرتے کے ساتھ سیاہ رنگ

کی کیپری پہنے ہوئے تھی۔ بال پیچھے جوڑے کی شکل میں کیچر میں بندھے تھے سامنے سے کچھ لٹیں اس کے گالوں کو چھو رہی تھیں۔

"کیا بنا رہی ہیں کھانے میں ماما؟"

"آلو میتھی بنانے لگی ہوں" اس نے اچنبھے سے ماں کی طرف دیکھا۔

"لیکن آج اچانک سے آپ کو کیا سوچھی؟ اس میں تو کافی وقت نہیں لگ جائے گا۔؟"

"اتنے دنوں سے بنائی ہی نہیں؛ نوروز بہت شوق سے کھاتا ہے بس آج بہت مزے کی بناؤں گی۔"

"اچھا کتنا خیال ہے نہ اس کی پسند کا؟ ہمارا تو کبھی یوں خیال نہیں آیا آپ کو۔" اس نے ہنستے ہوئے ماں کو بغور دیکھا تھا۔

"حد ہو گئی ہے؛ ان بچوں کے اعتراضات!! میں کروں کیا پھر؟" عشرت اس کی بات پر برہم ہوئیں تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ارے ریلیکس ماما!! مذاق کر رہی تھی میں۔" پانی کا گلاس شلف سے اٹھاتے ہوئے اس نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

کھانے سے فارغ ہو کر عشرت اپنے کمرے میں کچھ ڈھونڈنے میں محو تھیں؛ ان کا جیولری باکس انھیں کہیں نہیں مل رہا تھا۔ انھوں نے صالحہ کو کمرے میں آواز دی؛

وہ فوراً اندر آگئی۔

"صالحہ میرا جیولری باکس نہیں مل رہا تم نے دیکھا تھا کہیں

سامنے دکھائی بھی نہیں دے رہا؛ میرے سونے کے کنگن تھے اس میں۔"

"نہیں ماما مجھے تو نہیں پتا اس کے بارے میں۔"

"پتا نہیں میں کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں شاید اور اب یاد بھی نہیں آ رہا کہ کہاں رکھ دیے۔" وہ پریشانی سے کہہ رہی تھیں۔

"اچھا پریشان نہیں ہوں؛ مل جائیں گے۔" صالحہ نے انکی پریشانی کم کرنی چاہی۔

Safar-e-Adab

BEING

نوروز کچھ دیر پہلے ہی کالج سے آیا تھا اور آتے ہی سیدھا اوپر کمرے میں چلا گیا۔

وقت تقریباً شام پانچ بجے کا ہو رہا تھا۔ اب کل اتوار تھا اور اسے گھر پر ہی رہنا تھا

تو وہ کل کی ایکٹیویٹیز پلان کرنے لگا۔ صبح اسے جلدی اٹھ کر چند پیئنگز مکمل

کرنی ہیں؛ وہ بیٹھا ہوا اپنے ذہن میں اگلے دن کا مکمل خاکہ بنا رہا تھا۔ کچھ دیر

میں وہ نیچے کھانا کھانے کے لئے موجود تھا۔

کھانا اس کا من پسند تھا؛ اس نے بڑی رغبت سے کھانا کھایا تھا۔ عشرت بیگم کے ہاتھ

کی بنی روٹی اسے بہت پسند تھی انتہائی نرم اور چھوٹی سی۔ وہ کہیں اور گیا ہو

تو بہت مشکل سے روٹی کھاتا تھا اور ہمیشہ ہر روٹی کا عشرت کے ہاتھ کی بنی روٹی سے موازنہ کرتا تھا۔

عابد صاحب کی نائٹ ڈیوٹی ٹائمنگز تھیں۔ سو وہ چار لوگ ہی کھانے کی میز پر موجود تھے۔ کھانے کے بعد نوروز اور حسنین دونوں لاؤنج میں ہی بیٹھے ٹی وی دیکھنے لگے۔

عشرت اور صالحہ بھی برتن سمیٹ کر وہاں آکر بیٹھ گئیں؛ عشرت کافی پریشان تھیں ان کا جیولری باکس اب تک نہیں ملا تھا۔

"نوروز تم نے میرا جیولری باکس دیکھا ہے؛ بھورے رنگ کا؟"

"نہیں میں نے نہیں دیکھا۔ میں نے بھلا کیا کرنا تھا اس کا۔" نوروز نے نا سمجھی سے کہا۔

"میرے سونے کے کنگن تھے اس میں۔" نوروز انکی پوری بات نہیں سن سکا؛ اسے شدید برا لگا تھا۔

"کیا مطلب؟ تو آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں؟ ماما آپ کیا سمجھ رہی ہیں کہ میں نے لیا ہے وہ؟"

نوروز حیرانگی کی انتہا کو پہنچ چکا تھا؛ عشرت اس کی

حیرانگی دیکھ کر مزید گڑبڑائی تھیں۔

نوروز ان کی کوئی بھی بات سنے بغیر لاؤنج سے نکل گیا۔ اپنے کمرے میں بیٹھے کتنی ہی بار اسے افسوس ہوا خود پر کے ایسا

کیا تھا آخر؟ کیا وہ اتنا بے اعتبار تھا گھر والوں کی نظر میں۔۔۔ آخر کب اس نے ان کا اعتماد کھویا تھا؟

نجانے وہ بات عام تھی یا نہیں؛ سنگین تھی یا نہیں؛ لیکن نوروز کو اس سے پوچھے گئے سوال کسی چابک کی طرح محسوس ہو رہے تھے۔

رات کی کتنی ہی گھڑیاں بیت چکی تھی اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔۔۔ آنکھ کے ایک کونے سے نمکین مانع بڑی سست روی سے اس کے گالوں پر بہہ نکلا تھا۔۔۔ دماغ میں گونجتا صرف ایک جملہ اس کی حسیات کو جکڑے ہوئے تھا۔۔۔ کیا وہ اتنا بے اعتبار ہے۔۔۔؟ وہ ہرٹ ہوا تھا اور بہت بری طرح سے شاید جولاوا آج تک اس کے اندر پل رہا تھا آج برداشت کی اس لکیر کو پار کر چکا تھا جو اس نے بڑی محنت سے سپینچی تھی۔

وہ رو تو نہیں رہا تھا؛ بس اسکی آنکھوں کی جلن کے باعث کچھ پانی سارے بند توڑ کر بہے جا رہا تھا۔

کتنا وقت گزرا اسے کچھ خبر نہیں ہوئی لیکن اس کی گردن میں اٹھنے والی درد کی ٹیس اسے ضرور بتا رہی تھی وہ بہت دیر سے اسی زاویے میں بیٹھا تھا؛ گردن جھکائے۔

"اللہ اکبر اللہ اکبر" دور کہیں سے اذان کی صدا گونجی تھی؛ اس نے سر اٹھا کر سامنے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف نظر دوڑائی جو کہ صبح کے چار بج رہی تھی۔ اسے خود پر حیرت ہوئی تھی کیا وہ تمام رات یونہی بیٹھا رہا تھا اپنے آس پاس کی ہر چیز سے بے لوث۔

اس نے فوراً سے وضو کیا تھا؛ پانی کے قطروں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اسے خیال آیا کہ کتنا عرصہ ہوا اسے فجر کی نمازیوں اذان کے ساتھ پڑھے ہوئے؛ اب تو اسکی فجر اکثر قضا ہو جایا کرتی تھی۔۔۔ مکمل وضو کر کے وہ باہر نکلا تو کسی خیال کے تحت اس نے سامنے پڑی الماری کھولی۔۔۔ کچھ لمحے وہ یونہی کھلی الماری کو دیکھتا رہا۔۔۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا۔

اس نے ایک ایک کر کے اپنے کپڑے نکالنے شروع کیے اور انھیں اپنے شولڈر بیگ میں ڈالنے لگا۔۔۔ اس سارے عمل میں اسے صرف چند لمحات ہی لگے تھے۔

وہ بیگ اور جتنے بھی پیسے اس کے پاس موجود تھے؛ انھیں تھامے؛ بناچاپ کیے سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا۔۔۔ ہر طرف خاموشی تھی اس نے آخری دفعہ سیڑھیوں کی جلتی بتی میں لاؤنچ میں پڑے صوفوں کو دیکھا۔۔۔ بس ایک نظر کافی تھی۔۔۔ پھر وہ رکنا نہیں بلکہ تیزی سے بیرونی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

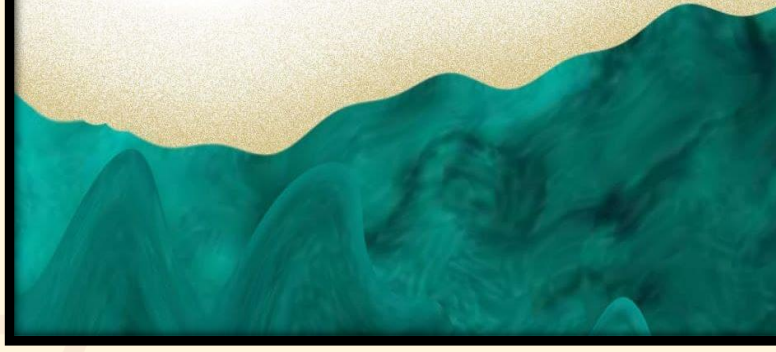
گھر سے نکل کر اس نے قریبی مسجد میں فجر کی نماز ادا کی؛ وہ طلوع آفتاب سے پہلے ہی گھر سے اپنی بائیک اور شولڈر بیگ لئے نکل گیا؛ نجانے اس کے ذہن میں کیا چل رہا تھا؛ اتنا ضرور کہا جاسکتا تھا کہ وہ جذباتی لڑکا جو بھی کر رہا تھا اپنے جذبات کی زد میں آکر کر رہا تھا۔

باقی آئندہ



پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

"یہاں دستخط کرو غازہ !" "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ !" "سیکھ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سیکھ ! اور یہ نیا دھور رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

ایسین خانج



ابراہیم

تطمئن القلوب



دانش آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ج جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھلا بھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اتر جائیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکراتے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

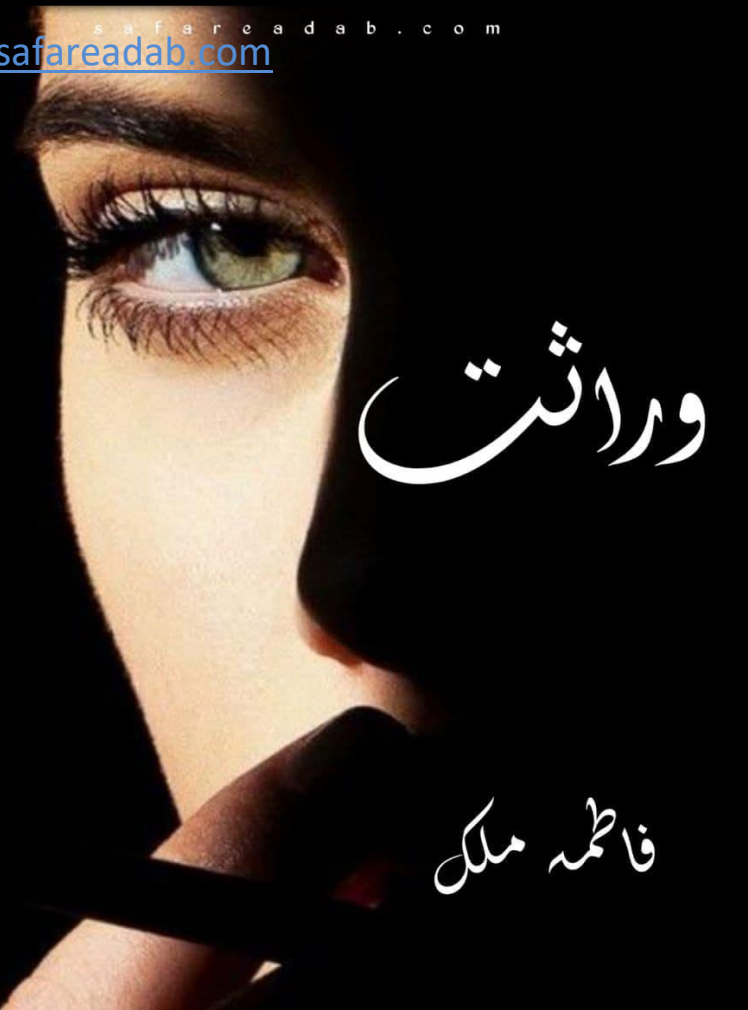
"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجہ ہٹا کر گئی۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔۔۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔



فاطمہ ملک

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا بیٹا؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے ہلٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

ناؤں غم کی رسی اور خدا کی دیک جھلک

"خوف ختم ہو جاتا ہے، فنا ہو جاتا ہے۔" نرم آواز،
شفیق لہجہ۔

آج وہ دونوں لان میں بیٹھے تھے، اور عالیاں اسے سمجھا
رہا تھا۔

"تمہیں آپریشن کروانا چاہیے، کیوں کہ انسان کو
کوشش ضرور کرنی چاہیے۔ اپنے خوف کو ہر ادو۔ یہ
سوچنا بند کر دو کہ نتیجہ کیا ہو گا۔" وہ اسے بہت آرام
سے سمجھا رہا تھا۔ وہ کچھ نہ بولی۔

آسمان پہ بادل چھا رہے تھے، وہ باہر تو آگئی تھی مگر
ایک دفعہ بھی نظر اٹھا کر قدرت کی خوبصورتی کو نہیں
دیکھا تھا۔

"تمہیں اپنے دوستوں کی یاد نہیں آتی کیا؟" وہ اچانک
بولاتو آنا چوکی۔

"دوست؟" دھیمی سی آواز میں کیا گیا سوال۔

"یہ ہوا، بادل، درخت، قدرت، دوست نہیں ہیں
تمہارے؟" اس کی سرمئی آنکھیں چمک رہی تھیں۔
آنا تو حیرانی سے اسے دیکھتی گئی۔



غم کی رسی اور خدا

فاطمہ رسول

اسی لمحے اوپر آسمان پہ بادل گر جنے لگے تھے، شاید
بادل آج برسنے کے موڈ میں تھے۔

آنانے گھبرا کر وہیل چیئر کارخ موڑ کر اندر جانا چاہا تو
اس نے اسے پکارا۔

"یہ تو تمہیں اب بھی اپنا دوست مانتے ہیں، ایلینہ

احمد!" بارش کا پہلا قطرہ اس پر گرا اور پھر یکے بعد

دیگرے کئی قطرے اس پر گرے تھے۔ وہ بھیگ رہا

تھا۔

آنانشیڈ میں تھی، سوچتی رہی۔

"بارش پسند ہے؟" وہ اسے دیکھ کر بڑبڑایا تھا۔

وہ کسی طلسم کے زیر اثر، کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔

"پہلے تھی۔" اس کی آنکھوں میں کرب سا ابھرا۔

"لیکن بارش کو تو تم اب بھی بہت پسند ہو۔" جتایا گیا۔

وہ اس کے قریب آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بارش کی

بوندوں کے سامنے کیا۔

بوندیں اس کے ہاتھ کو تر کرنے لگیں۔

اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔ وہ نم آنکھوں سے

مسکرائی تھی۔

وہ وہیل چیئر گھسیٹ کر لان میں لے آئی، اب وہ بھی
بھیگ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس کی آواز اسے واپس دنیا میں لائی۔

"رویامت کرو، ایللی۔" وہ حیران ہوئی۔ تو وہ شخص

بارش کی بوندوں اور اس کے آنسوؤں میں فرق کرنا

جانتا تھا؟

اس نے جواب نہیں دیا۔

"تم دیکھنا سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ سب بہترین

ہو گا۔ خدا اپنے بندوں کو آزماتا ہے، تاکہ انہیں

بہترین بناسکے، سونے کو کنڈن، لکڑی کو ہیرا، بندے

کو انسان بننے کے لیے مشکلات کا سامنا تو کرنا پڑتا ہے

نا۔"

وہ اسے ہر دفعہ کوئی بات سمجھا جاتا، وہ اسے ہر بار بھلا

جاتا تھا لوگوں کی زہر آلود باتیں۔

وہ واقعی ساحر تھا۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں
کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب